ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

مولانا ظفر علی خاں کا اُسلوب نگارش: تحقیقی جائزہ

THE WRITING STYLE OF MAULANA ZAFAR ALI KHAN: A RESEARCH REVIEW

آمنہ سردار

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract

The stylistics followed by Maulana Zafar Ali Khan in prose were laid by Sir Syed Ahmad Khan in Urdu literature. Sir Syed's ijtihad and reformist color and style are found in journalism with Maulana Muhammad Ali Johar, Abul Kalam Azad and Zafar Ali Khan. The difference between the style of Maulana Zafar Ali Khan, Azad and Johar is that Maulana Zafar Ali Khan addressed the people directly from the unity of ancient and modern literature and knowledge and religion and politics. Abul Kalam Azad's tone was that of a da'i, but Muhammad Ali Johar reached the heart like an English journalist. Maulana Zafar Ali Khan's prose is a reflection of his particular mind, mood and environment. His moody nature and the moodiness of the environment combined to make his writing style terrifying and suspenseful. Maulana was a fast traveller. He loved passion more than reason, action more than thought and commotion more than peace.

Keywords: stylistics, Maulana Zafar Ali Khan, eformist, modern literature, environment, moodiness

نثر بنیادی طور پر مدعا اور معلومات کے ابلاغ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے عملی لحاظ سے شعر سے زیادہ کار آمد ہے۔ نثر دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو منطقی انداز میں معلومات کی ترسیل کرے اور دوسری وہ جس میں جذبے اور تخیل کا رنگ بھی شامل ہو۔ پہلی قسم کی نثر کو علمی نثر کہا جا سکتا ہے دوسری قسم کی نثر کو ادبی نثر کہا جائے گا۔ اسلوب کا ایک مفہوم تو عام سا ہے، یعنی کسی تحریر کی خارجی خصوصیات جس میں صرف و نحو کے قواعد کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ نثر علمی ہو یا ادبی اس میں قواعد زبان کی پابندی اور جملوں کی ساخت کا التزام قدر مشترک ہے۔ اسلوم کا خاص مفہوم یہ ہے کہ کسی تحریر میں ایسی خوبیاں پیدا ہوں جو معلومات کے ابلاغ کے علاوہ متاثر اور محفوظ بھی کریں۔ اسی طرز تحریر کو انفرادی یا شخصی اسلوب کہا جائے گا۔

جس طرح ہر انسان کی آواز اور لہجے میں فرق ہوتا ہے، اسی طرح جذبے و احساس کے سہارے لکھنے والے ہر ادیب کی انفرادی خصوصیات ادبی نثر میں جھلکنے لگتی ہیں۔ اسی سلسلہ میں ادب میں کبھی کبھی کوئی ایسا صاحب طرز ادیب بھی جلوہ گر ہو جاتا ہے جس کا مہتم بالشان اسلوب معیار تقلید بن جاتا ہے اور مدت تک ناقابل فراموش رہتا ہے۔ ادبی اسلوب میں پوری شخصیت کا انعکاس ہوتا ہے لکھنے والے کا مزاج، اس کا مقصد اور وہ سب شعوری اور لاشعوری عوامل جن کی بے ساختہ لہر جذبات کے سہارے تحریر میں در آتے ہیں، اس کے علاوہ زمانے کے انداز اور ماحول کی کیفیات اور تقاضے بھی اسلوب کی تشکیل میں اہم حصہ لیتے ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں کی نثر ان کے مخصوص ذہن، مزاج اور ماحول کی آئینہ دار ہے۔ ان کی سیمابی فطرت اور ماحول کی ہیجانی کیفیت نے مل کر ان کے اسلوب نگارش کو رعب دار اور پر شکوہ بنایا۔ مولانا محاربۂ عمل کے ایک تیز رو مسافر تھے۔ عقل سے زیادہ جذبہ، فکر سے زیادہ عمل اور سکون سے زیادہ ہنگامہ انہیں عزیز تھا۔ مولانا کی نثر میں پر شکوہ اور بلند آہنگ تراکیب کا جا بجا استعمال اسی رجحان طبع کے نتیجے میں ہوا ہے۔ مثلاً یہ الفاظ و تراکیب مولانا ظفر علی خاں کے مخصوص مزاج کا پتہ دیتی ہیں:

کاسہ لیسان ازلی، قہر ذوالجلال، حقیقت نفس الامری، کفر سوز، ظلمت کدۂ فرنگ، آویزہ گوش، ببانگ دھل، داد و دہش، آن بان، جلال و جبروت، گجر دم، قضا و قدر وغیرہ، اڑا اڑا دم، فیروزہ گوں، زلزلہ، آتش صاعقہ، برق، طاغوت، استبداد۔

مولانا ظفر علی خاں کی نثر میں محاورات کا استعمال بڑی کثرت سے ہوا ہے۔ بعض اوقات تو یہ محاورے بڑے بر محل ہوتے ہیں اور بعض دفعہ محاورات موقع بے موقع ٹھونسے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض محاورے حسن و لطافت کا مظہر ہوتے ہیں اور بعض بڑے نحیف اور عامیانہ نظر آتے ہیں جو مذاق سلیم پر گراں گزرتے ہیں۔ مشہور ادیب و نقاد مولانا عبدالمجید سالک مولانا کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ” مولانا ظفر علی خاں کی سیاسی زندگی سے کسی کو کتنا ہی اختلاف ہو لیکن ان کی زبان دانی اور انشا پردازی و شاعری و خطابت سے ان کے دشمن کو بھی انکار نہیں۔ ان کے اسلوب کی ایک خصوصیت عجیب ہے کہ آوردہ و تکلف کے لحاظ سے وہ اردو کے نعمت خاں عالی اور ابوالفضل معلوم ہوتے ہیں۔ اردو کے ٹکسالی محاوروں کا وہ اس کثرت سے استعمال کرتے ہیں کہ دہلی و لکھنؤ کے نثار و شاعر بھی کیا کریں گے۔ زبان دانی کا وہی ملکہ ہونے کے علاوہ انہیں علی گڑھ اور حیدر آباد میں ثقافت کی صحبت بدرجہ اتم حاصل رہی۔ جس سے ان کے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

جو ہر چمک اٹھے۔ آپ اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی پر بھی یکساں قادر ہیں بار ہا زمیندار اور دوسرے اخباروں میں اس قدرت کا ثبوت دے چکے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ نثر میں ان کا جو مخصوص اسلوب وہ بڑی حد تک متروک ہو چکا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ کلاسیکی درجہ حاصل کر چکا ہے۔ مثلاً اگر یہ لکھنا ہو وہ لوگ جو خدا کے سامنے جھکتے ہیں۔ تو مولانا ظفر علی خاں اس کو یوں لکھیں گے:

وہ بندگانِ عجز و تذلل جن کی جبین نیاز وعبودیت جنابِ باری کے آستانِ جلال وجبروت پر سجدہ ریز رہتی ہے۔

اگر مولانا یہ کہنا چاہیں کہ عیسائی مطمئن تھے کہ قسطنطنیہ اب ختم ہونے کو ہے اور عیسائی سلطنتیں قلمرو عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے آپس میں تقسیم کر لیں گی تو تحریر کی صورت یوں ہو گی:

مسحیت مطمئن تھی کہ وہ قسطنطنیہ جس کی خیالی مونگ ان کی تہذیب اور گوری چھاتی پر قرن سے دلی جا رہی تھی عنقریب قصۂ پارینہ ہونے کو ہے اور مغربی پایہ تختوں میں اس دستر خواں کے بچھائے جانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں جس پر بیٹھ کر مسیحی گدھ اسلامی نعش کی بوٹیاں نوچ کر کھانے والے تھے۔"(1)

مگر یہ تمام انشا پردازی محض شدت اور اثر پیدا کرنے کے لیے کی جاتی تھی۔ بعض اوقات جہاں ایسی ضرورت نہیں ہوتی تھی وہاں مولانا ظفر علی خاں کا بہار آفریں قلم نہایت سلاست و سادگی کے ساتھ دہلی و لکھنؤ کے دل آویز محاورات کے پھول بکھیر تا چلا جاتا تھا۔ مولانا سالک رقم طراز ہیں:

"نثر ہو یا نظم مولانا کے تمام نتائج وافکار کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی دلآویزی اور ادبی ولسانی پاکیزگی پر پڑھنے والوں کو مسحور نہیں تو مسرور ضرور کر دیتی ہے۔ قاری کے ذہن کو کبھی الجھن نہیں ہوتی، نہ اکتاہٹ کا احساس ہوتا ہے۔ اس کو موضوع سے گو کتنا ہی اختلاف ہو ایک عفعہ وہ مولانا کے اندازِ دلفریبی میں کھو جاتا ہے۔"(2)

مولانا ظفر علی خاں کی یہ ادبی وصحافتی خدمات صرف مولانا کی ذاتی وادبی کاوشوں تک محدود نہیں بل کہ مولانا نے ملک کے عام ادبی رجحانات پر بھی گہرا اثر ڈالا ہے۔ ان کی صحبت و تربیت کے اثر سے بیسیوں نوجوانوں ادب وصحافت میں نام پیدا کر چکے ہیں۔ بلاشبہ مولانا ظفر علی خاں کی شاعری نا قابل نقل ہے اس لیے کہ جب تک زبان دانیاور مشق سخن میں وہ گہرائی پیدا نہ وہ جو مولانا کو حاصل ہے ایسی شاعری کی تخلیق ناممکن ہے۔ تاہم جو نوجوان شعراان کی تقلید میں اخباری نظمیں لکھتے ہیں ان کے نتائج فکر پر ظفر علی خاں کا ٹھپا بھی بالکل صاف نظر آتا ہے۔ مولانا سالک صاحب لکھتے ہیں مولانا ظفر علی خاں کی شاعری وادب کے بارے میں:

"مولانا ہماری زبان ہمارے ادب اور ہماری شاعری کے نہایت عزیز الوجود رکن ہیں۔ برصغیر ہند و پاک اس علیگ پر جتنا فخر کرے بجا ہے۔"(3)

مولانا ظفر علی خاں نے نثر میں جس سلاست نگاری کی پیروی کی ہے اس کی بنیاد اردو ادب میں سر سید احمد خاں نے رکھی۔ سر سید کا اجتہادی واصلاحی رنگ وروپ صحافت میں مولانا محمد علی جوہر، ابو الکلام آزاد اور ظفر علی خاں کے ہاں ملتا ہے۔ مولانا ظفر علی خاں، آزاد اور جوہر کے انداز میں فرق یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خاں نے قدیم وجدید ادبی وجاہت اور مذہب و سیاست کی وحدت سے براہِ راست عوام کو مخاطب کیا۔ ابو الکلام آزاد کا لہجہ ایک داعی کا تھا مگر محمد علی جوہر ایک انگریزی جریدہ نگار کی طرح دل میں اُتر گئے۔ ان تینوں حضرات کی تحریروں کی بجائے صرف مولانا کی نثر کے چند نمونے ملاحظہ کیجیے:

"ہندوستان کے ان مطالبات کو جو حق وانصاف کی آواز ہونے کے ساتھ انگریزی حکومت کے ان متعدد دعوؤں سے بھی تقویت حاصل کر چکے ہیں۔ جس کا حوالہ میں نے اوپر دیا ہے جسے پورا نہ کیا گیا تو اس کے نتائج ہولناک ہوں گے کہ قلم ان کی تفصیل سے لرزتا ہے اور سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ایشیا میں برطانیہ کا مستولی اقتدار متزلزل ہو جائے گا۔ انگلستان اور اس کے حلیفوں کی طرف سے مایوس ہو کر تدارک بدرجہ مجبوری بالشویکوں کے ساتھ مل جائیں گے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔

غلطی ہائے مضامین مت پوچھ دنیا میں کتنی
باتیں ہیں جنہیں شخصیات نے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے"(4)

چند قرائن اکٹھے کر لیے قیاس مع الفاروق مدد کو نکال ایک واقعہ ہوا روایت نے اس کی ترتیب کی تاریخ نے تذکرہ کر دیا۔ فطرتِ ناقصہ نے اس کو حقیقت مسلحہ مان لیا نا کہ کو رسا

باندھتے ہیں:

”مسلمانوں کے عربی تمدن نے یورپ کو جو گوناگوں علمی و ادبی فیض پہنچانے میں ان کا کشادہ دلی سے اعتراف کرتے ہوئے تاریخ سلطنتِ اسلامیہ اندلسہ کا فاضل مصنف رقم طراز ہے کہ: فوجی میدانوں میں جو کامیابیاں ان کے حصہ میں آئیں۔ وسیع سلطنتوں اور کشوروں کی تسخیر سے جو اقتدار انہیں نصیب ہوا وہ اگرچہ بجائے خود قابل فخر ہے۔ لیکن ان کے تاج شہرت کا دلآویز طرہ وہ فتح مبیں ہے جو اقلیم علم میں حاصل ہوتی ہے۔ زمانہ حال کی لطیف اصناف میں اس جوہر عقل کا نور صاف جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔“(5)

”رچرڈ کی شمشیر زنی ینن مکال کی آتش بیانی اور گلیڈسٹوں کی زہر جکانی سے جو کام نو سو سال میں نہ نکل سکا تھا کرنل لارنس کے چند چکنے چپڑے فقروں سے چٹکی بجانے میں نکل آیا۔ عرب اسلام کا ساتھ چھوڑ کر کفر سے جا ملا اور ترک خدا کے گھر سے جبراً نکال دیے گئے۔“(6)

”وہ قوم جسے دنیا بداوت کی وحشیانہ زندگی بسر کرتے دیکھتی تھی جس میں ساسانیوں کی عظمت و شان نہ تھی۔ رومانیوں کی آن بان نہ تھی، جو ناآشنائے فلسفہ، افلاطون تھی ناآشنائے حکمت سولون تھی، تہذیب متعارفہ سے جو بیگانہ تھی، وحشت و بداوت کی جاوانہ تھی، وہی قوم، وہی غیر متمدن قوم جب شاعری کی دنیا میں آتی ہے تو اس کی زبان ابرِ رحمت بن کر حکمت کے موتی برساتی ہے۔“(7)

جذبے تخیل، آہنگ اور صوتی کیفیات کے یہ وہ عناصر ہیں جو مولانا ظفر علی خاں کی نثر اور شاعری کے اتصال پر واقع ہیں اور جن کے ذریعے ان کی تحریروں میں ایسی دلآویزی پیدا ہوتی ہے جو پڑھنے والوں کو سرور بھی کرتی ہے اور مسحور بھی۔ غلام حسین ذوالفقار، مولانا کے اسلوب نگارش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

” مولانا ظفر علی خاں کی نثر میں جذبے کے علاوہ تخیل کی بھی کارفرمائی ہے اس لحاظ سے وہ رومانی نثر نگار تھے، ٹھوس حقائق کو بیان کرتے ہوئے بھی ان کا ذہن تخیل کے شہروں پر سوار ہو کر انجانی فضاؤں میں پرواز کرنے لگتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں عقل کے بھی پر جلتے ہیں۔ انسانیت کو اگر اپنی اولین غیر مسخ شدہ حالت میں دیکھنا ہو تو ان گھنے جنگلوں میں چلے جاؤ جن کے درختوں کی جڑیں ابھی تک تہذیب فرنگ کے تیشے کی ضربوں سے محفوظ ہیں۔ اس تاریخی میں تمہیں اس نور کی ایک جھلکی سی نظر آئے گی جو کبھی آدم کے سینے میں چمکا کبھی طوبیٰ کی وادی میں جھلملایا اور کبھی فاران کی چوٹی پر جگمگایا تھا۔“(8)

شورش کاشمیری رقم طراز ہیں اسلوب نگارس کے بارے میں:

”سرسید نے ایک نئے دور اور تذکرہ نویسوں میں پانچویں دور کی بنیاد رکھی لیکن ان کا دور دو گروہوں میں بٹ گیا۔ ایک گروہ میں وہ لوگ تھے جو صرف انشاپرداز تھے (محمد حسین آزاد) دوسرے جو مصنف و شاعر تھے (الطاف حسین حالی) ان کے پہلو بہ پہلو ایک اور ممتاز و مجتہد اور منفرد یگانہ گروہ تھا جن سے علم و ادب نے یکساں استفادہ کیا۔ اس کے سرخیل شبلی نعمانی تھے، شبلی نعمانی کے زیر تربیت جو لوگ پروان چڑھے ان میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں کا نام آتا ہے۔ یہ دونوں علامہ شبلی کے فیض یافتہ ہیں۔ جہاں تک شجر علمی اور دینی ژاف نگاہی کا تعلق ہے وہ ابوالکلام کے حصہ میں آئی۔ جہاں تک نغز گوئی و ذاف بیانی کا تعلق ہے اس سے ظفر علی خاں کو بہرہ وافر عطا ہوا۔“(9)

”مولانا کا انداز نگارش بلاشبہ ان کے ماحول کا نتیجہ ہے۔ علی گڑھ کے قیام نے ان کو اردوئے معلیٰ کی محاوراتی چاشنی بخشی۔ انگریزی تعلیم نے ان کے طرز نگارش میں مغرب کے نقادانہ وصف کو اُجاگر کیا۔ عربی نے تحریر میں زور پیدا کیا۔ فارسی نے نفاست خیال اور نزاکت بیان، گویا ان ااسلوب تحریر مجموعہ ہے ان تمام اثرات و عوامل کا جو ہندوستان کے جدید حالات سے پیدا ہو چکے تھے۔ انہوں نے مشرق و مغرب کو آمیز کر کے نیا طرزِ تحریر پیدا کیا۔“(10)

جناب آل احمد سرور مولانا ظفر علی خاں کے اسلوب نگارش کے بارے لکھتے ہیں:

” مولانا ظفر علی خاں اگر سیاست سے الگ رہتے تو دوسرے اقبال ہو سکتے تھے، ہاں یہ تصور دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ اقبال سیاست میں

اور زیادہ پڑ جاتے تو ظفر علی خاں کی سطح پر آتے یا نہیں۔"(11)

نثر ہو یا نظم مولانا ظفر علی خاں کی اپنے تخلیق کردہ ادب پر گہری چھاپ ہے۔ ان کی ہر تحریر ہر شعر بجا طور پر ان کے منفرد اسلوب کا نمائندہ ہے۔ چند نثری مثالیں اس غرض سے پیش کی ہیں کہ ان کے اسلوب کے گہرے اور پختہ رنگوں کی ایک واضح جھلک سامنے آجائے اور یہ بات ثابت ہو کہ مولانا ظفر علی خاں اپنے اسلوب میں کس قدر منفرد تھے۔ مولانا کا اسلوب اردو ادب میں ایک زندہ روایت بن چکا ہے مگر جس طرح عمارت کی بنیاد ہمیشہ زمین میں پوشیدہ ہوتی ہے اسی طرح مولانا کے اسلوب کے رنگ ہیں، جو نئی زندگی نے بظاہر نظروں سے اوجھل کر دیے ہیں لیکن تاریخ صحافت میں ان کا اسلوب نثری و شاعری لائق تشہیر و تقلید تو ہے عرف عام میں شورش کاشمیری کو اس اسلوب کی روایت کا وارث سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شورش بھی اس اسلوب کے چند رنگ ہی اڑا سکے ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں طبعی طور پر جدت پسند اور انفرادیت کی طرف مائل تھے۔ انہوں نے بے جانہ کسی تقلید کی اور نابلا سبب کسی کے افکار کی تائید کی۔ مولانا کے اسلوب بیان و تحریر کے اہم عناصر جرأت و بے باکی منطقی استدلال کی بجائے جذبہ حرمت اور عقلی موشگافیوں کی بجائے پیغام۔ فکر و نظر پر متعدد جلیل القدر مقررین اور مصنفین کے اثرات بابت ہیں لیکن وہ ایسے اسلوب میں یکتا اور منفرد ہیں۔ اشرف عطا مولانا کے طرز نگارش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> " مولانا کے ادب میں ایک نئی طرز نگارش اور اسلوب تحریر کا وجود تھا۔ اس نے ہمارے نوجوان ادبا اور شعرا کو متاثر ہی نہیں کیا بل کہ
> اپنے مقالات اور نظموں سے ان میں انداز فکر کی ایک روح پھونک کر برطانوی استعمار اور ملوکیت کے خلاف جدوجہد میں اپنا ہم سفر بنایا۔
> اس نے نوجوانوں کے دلوں میں سیاسی ہیرو بننے کی امنگوں کو ابھارا۔"(12)

مولانا کے اسلوب میں ایک ایسی قوت و طاقت پوشیدہ ہے جو خوابیدہ روحوں کو بیدار اور سوئے ہوؤں کو جگاتی ہے۔ مولانا نے اپنے جذبات میں ڈوب کر قلم کو اٹھایا۔ اسی وجہ سے ان کی تحریروں میں تاثیر و تالیف قلوب کا آب حیات چھپا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے ان کے اسلوب کا پس منظر اور پیش منظر وہ حالات تھے جو ان کی صلاحیتوں کو ایک خاص رخ پر ڈال رہے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کا اسلوب غلامی و تنگ نظری و تعصب کے خلاف ایک مثالی مینارہ نور بن کر روشن ہوا جس نے نصر من اللہ فتح قریب کا نغمہ سنایا۔

حوالہ جات

۱۔ عنایت اللہ نسیم سوہدروی، ظفر علی خاں اور ان کا عہد، لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، نومبر ۱۹۸۲ء، ص:۲۴۰

۲۔ ایضاً، ص:۲۷۰

۳۔ اشرف عطا، مولانا ظفر علی خاں، لاہور: مولانا ظفر علی خاں ٹرسٹ، اشاعتِ اول، جون ۲۰۱۱ء، ص:۱۴۰

۴۔ ظفر علی خاں، مولانا، مؤلف: لطائف الادب، تحریک اتحاد نورانی، لاہور: منصور سٹیم پریس، ۱۹۲۵ء، ص:۲۱

۵۔ ظفر علی خاں، مولانا، روح معانی، لاہور: اسلامیہ اسٹیم پریس، ۱۹۲۰ء، ص:۲۴

۶۔ ظفر علی خاں، مولانا، مؤلف: لطائف الادب، تحریک اتحاد نورانی، ص:۲۲

۷۔ غلام حسین ذوالفقار، مولانا ظفر علی خاں حیات، خدمات و آثار، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص:۲۸۱

۸۔ ایضاً، ص:282

۹۔ عنایت اللہ نسیم سوہدروی، ظفر علی خاں اور ان کا عہد، ص:۳۱۵

۱۰۔ ایضاً، ص:۳۱۶

۱۱۔ آل احمد سرور، نئے پرانے چراغ، لکھنؤ: فروغِ اردو، ۱۹۵۵ء، ص:۳۳۵

۱۲۔ اشرف عطا، مولانا ظفر علی خاں، لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۲ء، ص:۲۸۰